ہے، تحقیق نامہ کے مدیر محترم اور کالج کے علم دوست پرنسپل کو مبارک باد پیش کی جاتی ہے۔

۱۷۔ مرقعِ اقوال و امثال

مرتب: سید یوسف بخاری دہلوی
ناشر: انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی۔
اشاعت اول: ۱۹۹۴ء
ضخامت: ۱۰۰۸ صفحات
مبصر: مسز رابعہ اقبال

انجمن کی تازہ تر مطبوعات میں سے ایک نہایت قدر کے قابل کتاب جو ہم تک پہنچی ہے۔ یہی مذکورۂ بالا کتاب ہے۔ بڑے سائز کے ایک ہزار آٹھ صفحات کو محیط یہ خزانۂ معلومات سید یوسف بخاری دہلوی جیسے مستند اردو زبان کے مزاج شناس کا مرتب کردہ ہے۔ اس کے درجۂ استناد میں کیا شبہہ ہو سکتا ہے۔ اقوال و امثال کی درجہ بندی کی تقسیم ۱۸۶ عنوانات کے تحت کی گئی ہے۔ جس سے اس کتاب حوالہ سے استفادہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اردو اقوال و امثال کے ساتھ عربی، فارسی، سندھی، پنجابی، پشتو اقوال و امثال سے بھی کتاب کو مزین کیا گیا ہے۔ اس طرح عنوانات کے تحت بکثرت اقوال و امثال ترتیب دے دیے گئے ہیں۔ اقوال و امثال کی مختصر تشریح کے ساتھ، جہاں جہاں موقع ملا ہے امثال کے ساتھ کہانی بھی درج کر دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہاوت کس طرح مشہور ہوئی۔

ان کلماتِ تعارف کے بعد اب ہم جناب جمیل الدین عالی معتمدِ اعزازی انجمن ترقی اردو کے حرفے چند کی طرف آتے ہیں۔ ان کا یہ لکھنا کہ "شاید یہ اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی اور سب سے زیادہ ضخیم کتاب ہے"۔ بجا اور درست معلوم ہوتا ہے۔

کتاب میں حرفِ گفتنی کے عنوان سے مرتب کی ایک تحریر اور اس پر مستزاد ایک مقدمہ بھی شامل ہے۔ دونوں تحریریں قابل مطالعہ اور پُر از معلومات ہیں۔ مرتب کی اپنی صراحت کے مطابق اس موضوع پر انھوں نے اس صدی کی تیسری دہائی سے کام شروع کر دیا تھا۔ کام کی لگن اور صبر و سکون کے ساتھ اس علمی کام کو اتمام تک پہنچانا اپنے اندر قابلِ قدر مثال رکھتا ہے۔ کتاب، مرتب کے انتقال کے بعد انجمن ترقی اردو کے نظماء کی قدردانی کے سبب سے عمدہ طور پر طبع ہو کر سامنے آئی ہے، ورنہ ایسی عظیم و ضخیم کتابوں کو چھاپنے پر ہمارے ناشرین کہاں تیار ہوتے ہیں۔

فی الحقیقت یہ اردو زبان و ادب کی ایک اعلیٰ خدمت ہے جو مرتب مرحوم کے ہاتھوں

انجام پائی ہے اور انجمن کے وسیلے سے منظرِ عام پر آئی ہے۔

کتاب پس از مرگ شائع ہوئی ہے، موجبِ حیرت ہے کہ کہیں کتاب میں مرتب کا سنہ وفات نظر نہیں آیا۔ کیا یہ ایسی غیر اہم بات ہے کہ حرفِ ناشر (حرفِ چند) میں بھی اس کو نظرانداز کر دیا گیا ہے؟ کتاب پر مرتّب نے جو مقدمہ لکھا ہے۔ اس کی موجودگی میں بھی کمی محسوس ہوتی ہے کہ اس اہم کتاب پر کوئی ایسا فاضلانہ مقدمہ ہوتا جو اس تالیف کے موضوع اور اس کی تاریخ و متعلقات کو زیرِ بحث لانے کے ساتھ ساتھ کتاب کے محاسن و معائب پر کما حقہٗ روشنی ڈالتا۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے فضلاء اس طرف متوجہ ہوں گے اور اس کتاب کا تفصیلی مطالعہ پیش کر کے مرتّب مرحوم کی صبر آزما کوششوں کی منصفانہ داد دیں گے۔

کتاب میں بابا ے اردو (بغیر ہمزہ) کو دوہری اضافت کے ساتھ بابائے اردو (یا ے اضافت پر ہمزۂ اضافت کے ساتھ) لکھا گیا ہے۔ برس ہا برس سے یہ غلطی انجمن کی مطبوعات میں چلی آتی ہے۔ اسے بلا جھجک ترک کر دیا جانا ہی بہتر ہے کہ یہی ہمارے فضلاء کا طریقہ رہا ہے۔ اس غلطی کی طرف انجمن کے ایک سالانہ جلسے میں ہمارے ایک مکرم توجہ دلا چکے ہیں، اور دیگر فضلاء بھی قولاً و فعلاً توجہ مبذول کراتے رہے ہیں۔

بلاشبہ بعض صورتوں میں یاے اضافت پر ہمزہ آتی ہے جیسے ارتقائے تمدن، انتہائے سحر، ابتدائے کار وغیرہ تراکیب۔ لیکن یہاں ہمزہ جزو کلمہ ہے نہ کہ ہمزۂ اضافت۔ ارتقاء، انتہاء، ابتداء وغیرہ عربی الفاظ ہیں جن کے آخر میں ہمزہ بطور جزو کلمہ ہے اور وہ ترکیب کی صورت میں برقرار رہتی ہے۔ جب کہ بابا اور اردو ترکی الفاظ ہیں، اس لیے ترکیب کی صورت میں بغیر ہمزہ "بابا ے اردو" اور "اردو ے قدیم" لکھا جانا چاہیے۔ "دریا ے لطافت" بھی اسی قبیل سے ہے۔ یہاں بھی صرف یاے اضافت چاہیے۔